پروفیسر خالد شبیر احمد
ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام پاکستان

(قسط نمبر ۷)

اکابر اسلام اور قادیانیت

''الفضل'' کا اجراء (۱۹۱۳ء): سلطنت عثمانیہ کے خلاف مکروہ پروپیگنڈہ کیلئے حکیم نورالدین کے دور کا ایک اور کارنامہ قادیانیوں کے جریدہ ''الفضل'' کا اجراء ہے جب مسلم اخبارات بالخصوص کلکتہ سے ''الہلال'' اور لاہور سے ''زمیندار'' ترکوں کے بارے میں مسلمانانِ ہند کے دلی جذبات کے اظہار کا مؤثر ترین ذریعہ بن چکے تھے تو قادیانیوں نے بھی اپنے مذموم جذبات کے اظہار کے لئے ایک اخبار کی ضرورت کو بڑی شدت کے ساتھ محسوس کیا تا کہ وہ بھی اپنے ''نبی'' کی تعلیمات کے مطابق بلادِ اسلامیہ کے اندر برطانوی سامراج کے ڈھنڈورچی بن کر خلافتِ عثمانیہ کی مخالفت کا فریضہ بطریق احسن ادا کر سکیں۔ مرزا بشیر الدین محمود خود ''اختلاف کے بارے میں صداقت'' کے صفحہ نمبر ۲۶۹ پر اس طرح تحریر کرتے ہیں:

> ''۱۹۱۳ء میں میرے حج سے واپسی پر دو اہم کام ہوئے۔ میں قادیان سے ایک اخبار کی اشاعت کو بڑی شدت سے محسوس کر رہا تھا۔ کیونکہ احمدیوں میں مولانا ابوالکلام آزاد کے اخبار ''الہلال'' کا اثر ورسوخ دن بدن بڑھ رہا تھا جس سے اس بات کا خطرہ زیادہ شدید ہو گیا کہ کوئی احمدی اس اخبار کے زہریلے پروپیگنڈہ سے متاثر نہ ہو جائے۔ چنانچہ میں نے اسی ضرورت کے تحت جناب خلیفۃ المسیح سے اپنا اخبار جاری کرنے کی درخواست کی، جنہوں نے کمال مہربانی سے مجھے اس کی اجازت دے دی''۔

حکیم نورالدین کی موت: مارچ ۱۹۱۴ء میں حکیم نورالدین آنجہانی ہو گئے، جس کے ساتھ ہی حکیم صاحب کے بعد اُن کی جانشینی کا مسئلہ بڑی شدت کے ساتھ اُبھر کر سامنے آ گیا۔ مرزا بشیر الدین محمود، جس کی عمر اُس وقت بمشکل پچیس سال تھی، اس منصب کے سب سے مؤثر امیدوار تھے۔ جبکہ اس کی مخالفت میں خواجہ کمال الدین، مولوی محمد علی مولوی صدرالدین اور ڈاکٹر بشارت احمد تھے جو اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ حکیم نورالدین اپنے بعد مرزا بشیر الدین محمود کو اپنی گدی پر بٹھانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے عقائد اور انجمن احمدیہ کی جانشینی کے تنازعے چھوڑ دیئے۔ حکیم نورالدین نے ہر نازک موقعہ پر مرزا بشیر الدین محمود کا دفاع کیا اور اس کے مخالف گروہ کی حوصلہ شکنی کی تا کہ مرزا محمود کی جانشینی کی راہ صاف ہو سکے۔ شاید یہی وجہ تھی، ۱۳ مارچ کو حکیم نورالدین کی وفات ہوئی تو ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کی اشاعت میں ''پیغام صلح'' جو مرزا بشیر الدین کے مخالفین کے زیر اثر تھا حکیم نورالدین کی موت پر مندرجہ ذیل تبصرہ چھپا:

''کہاں مولوی نورالدین صاحب کا حضرت مسیح موعود کو نبی اللہ اور رسول اللہ اور اسم احمد کا مصداق یقین کرنا اور کہاں وہ حالت کہ وصیت کے وقت مسیح موعود کی رسالت کا اشارہ تک نہ کرنا۔ استقامت میں فرق آنا اور پھر بطور سزا گھوڑے سے گر کر بُری طرح زخمی ہونا۔ آخر مرنے سے پہلے کئی دنوں تک بولنے سے بھی لاچار ہو جانا اور نہایت مفلسی میں مرنا اور آئندہ جہاں میں بھی کچھ سزا اٹھانا اور اس کے بعد اس کے جوان فرزند عبدالحیٰ کا عنفوان شباب میں مرنا اور اس کی بیوی کا تباہ کن طریق پر کسی اور جگہ نکاح کر لینا وغیرہ یہ باتیں کم عبرت انگیز نہیں تھیں''۔ (اشتہار گنجینۂ صداقت ماخوذ الفضل قادیان ۲۲ رفروری ۱۹۲۲ء منقول از اسرائیل صفحہ ۲۳،۲۷)

مرزا بشیر الدین محمود .... قادیانی راسپوٹین: تاریخ قادیانیت کی اہم ترین اور منفرد و ممتاز شخصیت اور مرزا غلام احمد قادیانی کا لاڈلا اور چہیتا بیٹا مرزا بشیر الدین محمود، ۱۱ جنوری ۱۸۸۹ء بمطابق ۶ جمادی الاوّل ۱۳۰۶ھ کو قادیان میں پیدا ہوا۔ مرزا غلام احمد نے اس کی پیدائش سے پہلے ہی اُس کے حق میں پیش گوئیوں اور الہامات کی بوچھاڑ کر دی تھی۔ تاکہ قادیانیوں کے دل و دماغ میں پیدا ہونے والے بچے کیلئے خصوصی توجہ اور عقیدت و محبت کے جذبات پیدا ہوں۔ ان پیش گوئیوں سے ہی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مرزا غلام احمد مرزا بشیر الدین محمود کو اپنا جانشین بنانے کا فیصلہ اُس کی پیدائش سے پہلے ہی کر چکے تھے۔ حالانکہ ایسے اہم منصب کے لئے کسی فرد کی خصوصی تربیت اور خاص اہلیت کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ اُس کی تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے، اُس کے یمین و یسار پر نگاہ رکھی جاتی ہے تاکہ اُس کے اندر انسانی اقدار و اوصاف کی صحیح آبیاری کیلئے مناسب اور موزوں ماحول میسر آسکے۔ لیکن یہ سب کچھ تو وہاں ہوتا ہے جہاں لوگوں کے دلوں میں خوفِ خدا کی حکمرانی ہوتی ہے۔ جہاں ہر کام سے پہلے یہ سوچا جاتا ہے کہ ہمارا ہر کام خدا کی خوشنودی کا باعث بن کر ہماری نجات کا ذریعہ بنے۔ خدا اسے قبول کرے لیکن جہاں سارا کاروبار ہی ذاتی وجاہت دُنیاوی مفادات اور دین سے بغاوت، خدا اور اُس کے رسول ﷺ کے احکامات کی سراسر مخالفت کی بنیاد پر چلتا ہو۔ وہاں ان باتوں کی کون پرواہ کرتا ہے۔ وہاں تو اندازِ فکر ہی تبدیل ہو جاتا ہے۔ ہر بات کو پُراسرار بنا کر لوگوں کو مرعوب و متاثر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ چنانچہ اسی اندازِ فکر کا یہ ایک نمونہ ہے غلام احمد اپنے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود کی پیدائش سے پہلے ایک اشتہار کے ذریعے اپنے گروہ کے لوگوں کو اس کی پیدائش کی اس طرح سے اطلاع دیتے ہیں کہ پیدا ہونے والے کی عظمت کی دھاک لوگوں کے دل و دماغ پر بیٹھ جائے اور وہ پیدا ہونے والے کی روحانیت سے متاثر ہو کر ادب و احترام کے سارے تقاضوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اُس کے ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم کر دیں۔ مرزا غلام احمد نے اپنے آنیوالے بیٹے کے لئے تبلیغ رسالت جلد اوّل صفحہ ۵۹،۶۰ مجموعہ اشتہارات ص ۱۰۱ جلد ا پر یوں تحریر کرتے ہیں:

(ا) ''اس کو مقدس روح دی گئی اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک ہے وہ آسمان سے آتا

ہے۔اس کے ساتھ فضل ہے جواس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہِ عظمت ودولت ہوگا۔ وہ دنیامیں آئے گااور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاد کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیرت نے اُسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ِظاہری وباطنی سے پر کیا جائے گااور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاوّل والاخر مظہر الحق وارہ مدد کارفتہ ررفتہ منرل من اسماء بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ وہ نور آتا ہے نور، جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممدوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی''۔

ایک دوسری تحریر میں مرزا غلام احمد اپنے پیدا ہونے والے بیٹے کے بارے میں یوں رطب اللسان ہیں۔

(۲)''محمود میرا بیٹا ہے ۱۲؍جنوری ۱۸۸۹ء کو بمطابق ۹؍جمادی الاوّل ۱۳۰۶ھ بروز شنبہ محمود پیدا ہوا۔ اس کی پیدا ہونے کی میں نے اس اشتہار میں جزوی کے عنوان پر تکمیل تبلیغ موٹی قلم سے لکھا ہوا ہے جس میں بیعت کی دس شرائط درج ہیں اس کے صفحہ ۴ میں یہ الہام پسر موعود کی نسبت درج ہے اے فخر رسل قرب تو معلوم شد نہ دیر آمدز راہِ دور آمدہ (تریاق صفحہ ۴۲، روحانی خزائن ص ۲۱۹ ج ۱۵ مصنفہ مرزا غلام احمد)

یہ تو پیدائش سے پہلے باپ کے اپنے پیدا ہونے والے بیٹے کے بارے میں ارشادات ہیں جن میں اُسے ''نوراللہ'' ''فخر الرسل'' ''کلمۃ اللہ'' ''مظہر الحق'' ''صاحب شکوہ وعظمت'' ''مسیحی نفس'' ''روح الحق'' اور نہ جانے کن کن القابات سے کا اس کا تعارف کرایا جارہا ہے۔ اب پیدا ہونے والے نے اپنے بارے میں کیا کچھ نہیں کہا اسے بھی پڑھ لیجئے اور پھر آنے والے صفحات پر اس شخصیت کے بارے میں جو شواہد بیان کیے جارہے ہیں ان کی روشنی میں خود فیصلہ کیجئے ایسے کردار واعمال کا مالک ایک شریف انسان کہلانے کا بھی مستحق ہے یا نہیں ۔

جس کے سینے میں نہیں ایمان کی کوئی رمق
قادیاں میں دیکھیے فخر الرسل وہ آ گیا

اپنے منہ میاں مٹھو: اب ذرا مرزا بشیر الدین خود اپنے بارے میں کیا فرماتے ہیں ملاحظہ فرمائیں

(۱)''میں وہ بیٹا ہوں جس کی خبر انبیاء بنی اسرائیل نے دی میں وہ بیٹا ہوں جس کی خبر رسول اللہ نے دی میں وہ بیٹا ہوں جس کے محمود ہونے کی مسیح موعود نے خبر دی اور جس کو محمود بیٹا ٹھہرایا۔ ہاں میں ابھی نہیں کہہ سکتا کہ میں مصلح موعود ہوں کیونکہ مجھے خدا نے اس کی خبر نہیں دی۔ اگر مجھے خبر دی گئی تو کسی سوال کی ضرورت نہ ہوگی میں خود اعلان کردوں گا''۔

(تقریر میاں محمود خلیفہ قادیان، مندرجہ الفضل جلد ۵ نمبر ۲۴، مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۱۷ء)

(۲) ''جس طرح مسیح موعود کا انکار تمام انبیاء کا انکار ہے، اسی طرح میرا انکار انبیاء بنی اسرائیل کا انکار ہے۔ جنہوں نے میری خبر دی، میرا انکار رسول اللہ کا انکار ہے۔ جنہوں نے میری خبر دی، میرا انکار شاہ نعمت اللہ کا انکار ہے۔ جنہوں نے میری خبر دی، میرا انکار مسیح موعود کا انکار ہے۔ جنہوں نے میرا نام محمد رکھا اور مجھے محمود بیٹا ٹھہرا کر میری تحسین کی''۔

(تقریر میاں محمود، مندرجہ اخبار ''الفضل'' قادیان، جلد ۵، نمبر ۲۳، نمبر ۲۴، مورخہ ۲۳ ستمبر ۱۹۱۷ء)

(۳) ''جو میرا جوا گردن سے اتارتا ہے، وہ مسیح موعود علیہ السلام (مرزا) کا جوا اتارتا ہے اور جو ان کا جوا اتارتا ہے وہ رسول کریم ﷺ کا جوا اتارتا ہے اور جو آنحضرت ﷺ کا جوا اتارتا ہے وہ خدا تعالیٰ کا جوا اتارتا ہے۔ میں بے شک انسان ہوں، خدا نہیں ہوں مگر میں یہ کہنے سے نہیں رہ سکتا کہ میری اطاعت و فرمانبرداری میں خدا تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری ہے''۔

(''الفضل'' جلد ۲۵، نمبر ۲۰۶، ص ۸، مورخہ ۴ ستمبر ۱۹۳۷ء)

(۴) ''آپ لوگ اس بات کو سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ اسی طرح دنیا اس بات کو سمجھے یا نہ سمجھے مگر امر واقعہ یہ ہے کہ اس وقت اسلام کی ترقی خدا تعالیٰ نے میرے ساتھ وابستہ کر دی ہے۔ جیسا کہ وہ اپنے دین کی ترقی خلفاء کے ساتھ وابستہ کیا کرتا ہے۔ پس جو میری سنے گا وہ جیتے گا، جو میری نہیں سنے گا وہ ہارے گا۔ جو میرے پیچھے چلے گا، خدا تعالیٰ کی رحمت کے دروازے اس پر کھولے جائیں گے اور جو میرے راستے سے الگ ہو جائے گا۔ خدا تعالیٰ کی رحمت کے دروازے اس پر بند کر دیئے جائیں گے''۔

(خطبہ مرزا محمد، مندرجہ ''الفضل''، جلد ۲۳، نمبر ۲۹۹، ص ۴ مورخہ ۲۵ جون ۱۹۳۶ء)

اسے کہتے ہیں ''دیدہ دلیری'' یا پھر ''چوری اور سینہ زوری'' ایک ایسا شخص جو محض مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا ہونے کی وجہ سے قادیانی گروہ کا سربراہ بن گیا، جس کے دامن تقدس کو خود قادیانیوں نے تار تار کر کے رکھ دیا، جس کی داستان عیش و عشرت زبان زد خاص و عام ہو چکی ہے۔ جس کے ہاں شرم و حیاء نام کی کوئی چیز بھی باقی نہیں، جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دجل اور فریب میں گزرا ہو۔ جس کے دامنِ تقدس پر عصمتوں کے خون کے چھینٹے اُس کے خبثِ باطن کی گواہی دے رہے ہوں۔ جس پر زنا اور شراب نوشی، اغلام بازی، ظلم و ستم، جبر و استبداد، تکفیر و منافرت کے بے شمار الزامات ہوں، جسے قادیان کا ''راسپوٹین''، شاطرِ سیاست، مذہبی آمر کے القاب سے دنیا نوازتی ہو۔ وہ دیکھیے کتنی جسارت سے اپنے تقدس کے ترانے گاتا ہوا نظر آتا ہے، کس اعتماد سے جھوٹ بولتا ہے۔ لوگوں کی نجات کو اپنی اطاعت کے ساتھ نتھی کر کے سادہ لوح انسانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کا یہ حوصلہ اور ہمت صرف ایک ایسا انسان ہی کر سکتا ہے جو خوفِ خدا کی صفت سے یکسر محروم ہو چکا ہو تو جس کے لیے دنیاوی وجاہت، شان و شوکت، عیش و عشرت ہی اوڑھنا بچھونا ہو، ایسے ہی لوگوں کے

لیے کسی شاعر نے کہا ہے۔

جس کی آغوش میں ہر شب ہے نئی ماہ لقا
اس کے سینے میں خدا ہے ہمیں معلوم نہ تھا
(مصنف)

مرزا بشیر الدین کی روحانیت کا ذکر تو کتاب سے آنے والے صفحات پر آپ پڑھ لیں گے۔ اب ذرا ان کی علمی وصلاحیتوں کا ذکر بھی سن لیں کہ خدا نے انہیں کن صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ وہ خود بیان کرتے ہیں:

(۱) ''میری تعلیمی حالت نہایت معمولی تھی۔ سستی کہو یا صحت کی کمزوری، میں سکول میں کبھی اچھے نمبروں پر کامیاب نہیں ہوا تھا۔ دینی تعلیم ایسی تھی کہ میرے گلے اور آنکھوں کی تکلیف کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت خلیفہ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب خود پڑھا کرتے تھے۔ آپ خود کمزور اور بوڑھے تھے مگر میری صحت کا اس قدر خیال فرمایا کرتے تھے کہ بخاری اور مثنوی خود پڑھتے اور میں سنتا جاتا۔ عربی ادب کی کتابیں بھی خود ہی پڑھتے اور جب پڑھنا چاہتا تو فرمایا کرتے تھے تمہارے گلے کو تکلیف ہوگی۔ مجھے یاد ہے بخاری کے ابتدائی چار پانچ سپارے تو ترجمہ سے پڑھائے مگر بعد میں آدھ آدھ پارہ روزانہ بغیر ترجمہ کئے پڑھ جاتے۔ صرف کہیں کہیں ترجمہ کر دیتے۔ اور اگر میں پوچھتا تو فرماتے جانے دو، خدا خود ہی سمجھا دے گا''۔ (خطبہ مرزا محمود، مندرجہ اخبار ''الفضل'' جلد ۲۰، نمبر ۱۳۲، ۹ مئی ۱۹۳۲ء)

(۲) ''جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ ابہام ہوا، اس وقت میں طالب علم تھا اور طالب علم بھی ایسا جو ہمیشہ فیل ہوتا تھا۔ میں سمجھتا ہوں، اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت ہوگی۔ ورنہ اگر کوئی پاس کر لیتا تو ممکن ہے مجھے خیال ہوتا کہ میں یہ ہوں، میں وہ ہوں۔ لیکن اب تو اس حقیقت کا انکار نہیں ہو سکتا جو مجھے آتا ہے وہ اللہ کی ہی خوبی ہے، میرا اس میں کوئی کمال نہیں''۔

(تقریر میاں محمود بمقام لائل پور، مندرجہ ''الفضل'' مورخہ ۲۰ مئی ۱۹۳۴ء)

شاگرد کی نالائقی پر استاد کی گواہی ملاحظہ فرمائیں:

(۳) ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی کسی کے شاگرد نہ تھے۔ اس طرح آپ (مرزا محمود احمد) بھی کسی کے شاگرد نہیں ہیں۔ بے شک آپ سکول میں پڑھتے رہے ہیں۔ مجھ سے بھی پڑھتے رہے ہیں۔ اس زمانے میں، میں ہیڈ ماسٹر تھا، یا مولوی شیر علی تھے۔ آپ (میاں محمود احمد) سکول میں پڑھتے تھے۔ مگر ہر جماعت میں فیل ہو جاتے تھے۔ لیکن ہم پھر بھی اگلی جماعت چڑھا دیتے تھے۔ اس لیے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا) کے فرزند تھے۔ آپ نے مڈل کا امتحان دیا اور میں ساتھ گیا۔ اس پر بھی آپ فیل ہوئے۔ پھر انٹرنس کا دیا، اس میں بھی فیل ہوئے''۔

(مفتی صادق کا بیان، مندرجہ ''الفضل'' ۲۴ر اکتوبر ۱۹۳۴ء)

یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ مڈل کے امتحان میں فیل ہونے کے بعد آپ انٹرنس کے امتحان میں کیسے بیٹھ گئے۔ بہر حال اگر عرضی نویسی کے امتحان میں فیل ہونے والا باپ دعوۂ نبوت کر کے نبوت کی گدی پر زبردستی براجمان ہوسکتا ہے تو مڈل فیل بیٹا بطور جانشین اپنے باپ کی گدی پر کیوں نہیں بیٹھ سکتا۔ علم و فضل کے میدان میں تو

''ایں خانہ ہمہ آفتاب است''

کی مصداق ہے۔ مجھے ایک لطیفہ یاد آ گیا۔

لطیفہ: ربوہ کے نزدیک ''ڈاور'' میں مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان میں مناظرہ تھا۔ راقم بھی وہاں پہنچ گیا۔ مسلمانوں کی طرف سے مولانا لال حسین اخترؒ اور مولانا منظور احمد چنیوٹی تھے۔ جبکہ قادیانیوں کی جانب سے فیصل آباد کے مشہور قادیانی مناظر قاضی نذیر تھے۔ قاضی صاحب نے اپنی تقریر کے دوران کہیں مولانا لال حسین اختر صاحب کو کہا کہ مولانا میں آپ سے ایسا مناظرہ کروں، آپ تو عربی نہیں جانتے، عربی پڑھ نہیں سکتے ہیں، اور نہ عربی لکھ سکتے ہیں، نہ عربی بول سکتے ہیں۔ جب مولانا لعل حسین صاحب کی تقریر کی باری آئی تو آپ نے اس کے جواب میں کہا کہ قاضی صاحب! اس بات پر میں آپ سے متفق ہوں، واقعی مجھے عربی نہیں آتی لیکن اس کی وجہ بھی سن لیجیے کہ میں نے عربی مولوی محمد علی لاہوری سے پڑھی تھی اور اس نے مرزا غلام احمد قادیانی سے عربی پڑھی تو جب مرزا غلام احمد قادیانی کو عربی نہیں آتی تھی تو مجھے کہاں سے آ جاتی؟ رہا مجھ سے مناظرہ کا معاملہ تو اگر مرزا غلام احمد عربی نہ جانتے ہوئے بھی نبی ہو سکتے ہیں تو کیا میں عربی نہ جانتے ہوئے ایک مناظر بھی نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح اگر مرزا محمود مڈل کے امتحان میں فیل ہو گئے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ انہیں کونسا مقابلے کے امتحان میں بیٹھنا تھا۔ نبی بنائی گدی مل گئی اور اس پر بیٹھ کر دجل و فریب کے ساتھ اپنی مکروہ اور گھناؤنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے قابلیت سے زیادہ چاپلوس اور خوشامدی لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ ان کے پاس وافر تھے۔ جیسا کہ لاہوری جماعت کی تحریروں سے واضح ہے:

(۱) ''قدرت ثانیہ کا وہ نظارہ ہمیں نظر نہیں آیا۔ جب تک کہ جماعت دو حصوں میں تقسیم نہیں ہوگئی۔ حضرت مولانا نورالدین کے زمانے میں بنا بنایا کام چلتا رہا اور ترقی کرتا رہا۔ اور آج مرزا محمود صاحب کی گدی کے زمانے میں جو کچھ ترقی اس فریق کو ہے، وہ محض اس وجہ سے ہے کہ بنا بنایا کام بنی بنائی جماعت قومی جائیدادیں، اسکول بورڈنگ ہاؤس، روپیہ، خزانہ بھی کچھ بنا بنایا مل گیا۔ قادیان کا مرکز اور مسیح موعود کا بیٹا ہونا کام بنا گیا۔

قادیان کی گدی نہ ہوتی مسیح موعود کا بیٹا نہ ہونے اور کہیں باہر جا کر میاں محمود احمد صاحب اپنے

عقیدۂ تکفیر ونبوت پھیلا کر دکھاتے اور پھر نئے سرے سے جماعت بنتی اور ترقی کرتی تو کچھ بات ہوتی۔ شکر کریں کہ قادیان ویسے بھی آباؤ اجداد کی میراث تھا اور پھر مسیح موعود کی گدی مل گئی۔ اشتہاروں میں کچھ مبہم اور متشابہ پیش گوئیاں بھی مل گئیں۔ اس طرح لوگوں پر رعب جما کر اور پسر موعود کا مبہم سا چولا پہن کر لوگوں پر خلافت کا رعب جما کر پورے رو ما گردھو کے رہ گیا۔ اس کا نام نصرت الٰہیہ نہیں، اس کا نام ہے دنیا اور اوراس کے اسبابِ سیاست، اس کی چالیں، پیشہ وری اور اس کے کرشمے۔ ورنہ اس طرح تو پھر دنیا بھر کے پیروں کی گدیاں قدرت ثانیہ کی مظہر بن جائیں گی''۔

(پیغام صلح جلد ۲۲، نمبر ۸۷، مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۹۳۴ء از ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی لاہوری)

(۲)''میاں محمود صاحب صاف طور پر خطبوں میں اعلان کر رہے ہیں کہ میں جو کہوں گا وہ ماننا پڑے گا۔ خواہ سمجھ میں نہ آوے اور عقل اسے قبول نہ کرے کیونکہ بیعت کا منتہا ہی یہی ہے کہ نامعقول باتیں بھی مانی جائیں۔ ورنہ معقول باتوں کو ماننے کے لیے بیعت کی ضرورت ہی کیا ہے؟ میاں صاحب نے خدا اور رسول کی باتوں کو پہلے برائے نام مقدم بنایا پھر ساتھ ہی چٹکی میں مسل کے رکھ دیا۔ کہ خدا اور رسول کی باتوں میں اجتہاد وہی مقبول ہوگا جو میں کروں گا۔ جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ جو خلیفہ حکم دے، وہی کرو۔ قرآن اس کے خلاف ہو تو ہوا کرے۔ کیونکہ خلیفہ نے خواہ کتنا ہی غلط سمجھا ہو۔ وہ سب ٹھیک ہے۔ شخصیت پرستی کی اس سے بدتر مثال اور نہیں مل سکتی۔ تو قرآن اور حدیث کو مقدم کرنے کا نام لینا محض ایک ڈھونگ ہے۔ جس کے پیچھے کوئی حقیقت نہیں۔ خلیفہ بجائے خود خدا اور رسول کا قائم مقام ہو گیا۔ یہ شرک ہے اور خدا اور رسول کی سخت بے ادبی ہے۔ جس کے دماغ میں تھوڑی سی بھی عقل ہو گی وہ ان امور کو سمجھ سکتا ہے لیکن ساری قوم کی آنکھیں بند ہیں۔ کیوں؟ محض اس لیے کہ بیٹا ہے اور بخشا ہوا۔ کیا بیٹے کے سوا کوئی اور یہ باتیں کرتا تو قوم مان لیتی؟ ہرگز نہیں۔ محض بیٹا ہونا اس ساری سکیم کو چلا رہا ہے۔ بیٹا سے اس کے لیے دعائیں ہو چکی ہیں۔ بخشا ہوا ہے۔ اس لئے سچا ہے۔ اور اب کی دفعہ تو سنا ہے خود میاں محمود احمد نے بھی سالانہ جلسہ پر اعلان کیا ہے کہ وہ ان کے بھائی صاحبان سب بخشے ہوئے جنتی ہیں۔ انہیں جنت کے لیے کسی عمل کی ضرورت نہیں۔ ان کے اعمال فقط شکر کے طور پر ہیں اور قوم یہ سن کے سر دھنتی رہی کیوں؟ اس لیے کہ وہ حضرت مسیح موعود کے بیٹے ہیں''۔

یہ تحریریں اگرچہ لاہوری مرزائیوں کی ہیں۔ جو سرے سے مرزا بشیر الدین کی جانشینی کو مانتے ہی نہیں اور جنہوں نے بغاوت کر کے اپنی الگ تنظیم بنالی۔ تاہم یہ حقیقت تو اپنی جگہ پر موجود ہے کہ ایسے کاروبار کو چلانے کے لیے کسی قابلیت اور صلاحیت کی چنداں ضرورت بھی نہیں ہے۔ بس عقیدت اور احترام کا بے پناہ جذبہ موجود ہو تو پھر کام چلتا ہے۔ قادیانیت کی تاریخ کا یہ پہلو بھی ان کے باطل ہونے کے لیے دلیل کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے کہ آخر باپ کے بعد اس کا بیٹا ہی

ہمیشہ تاجدارِ حکومت کے طور پر تختِ حکمرانی پر جلوہ افروز کیوں ہوتا ہے، جس سے ثابت ہوا کہ یہ سب کچھ دین کے نام پر کاروبارِ دنیا ہے۔ جس کا سرے سے اسلام یا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ ورنہ جس خلافت کا واقعی دین کے ساتھ واسطہ ہے۔ اُس میں تو حضورِ اکرم کی اولاد میں سے صرف ایک فرد محض چھ ماہ کے عرصے کے لیے خلیفہ ہو کر خلافت کے حق سے ہی دستبردار ہو جاتا ہے۔ اور یہاں اس کے بالکل برعکس مرزا غلام احمد کی اولاد کے علاوہ کوئی دوسرا شخص تختِ حکمرانی پر فائز ہونے کا تصور بھی کرتا ہے تو اسے ذلیل و رسوا کر کے اپنے گروہ سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ خواہ وہ حکیم نور الدین کا بیٹا یا مولوی عبدالوہاب ہی کیوں نہ ہو؟ تفصیل کے لیے پڑھیے ''دورِ حاضر کا مذہبی آمر'' جسے پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ قادیانیوں پر مرزا بشیر الدین کا یہ استبداد اس قدر شدید کتنا ہولناک ہے علاوہ ازیں اس کا اندازہ ان لوگوں کی تحریروں سے بھی لگایا جا سکتا ہے جو قادیانیت کے ماحول میں کچھ عرصہ رہ کر باغی ہو گئے اور پھر انہوں نے اپنی قلم سے اُس استبداد کی دلخراش داستان کو طشت از بام کر دیا۔ جسے پڑھ کر انسان کا ذہن کسی پاکباز شخصیت یا کسی پاکباز تحریک کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے برعکس حسن بن صباح کی تحریک باطنیت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جس کے جلو میں قتل و غارت کا ایک طوفان ہے۔ شخصیت پرستی کی بھیانک تصویر، گمراہی و بے راہروی کی ایک گھناؤنی داستان اُبھر کر تصورات کے اندھیروں میں گم ہو جاتی ہے۔ میں اکثر سوچتا ہوں کہ جس کام کا آغاز مرزا غلام احمد نے کیا اس کا منطقی نتیجہ تو یہی نکلتا تھا جو ہمیں مرزا بشیر الدین کے ایک لمبے دورِ اقتدار (۱۹۱۴۔۱۹۵۵) میں نظر آتا ہے۔

۔۱۹۰۱ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے دعوہ نبوت کیا جس کے بعد چند برس چھوڑ کر ۱۹۶۹ تک مرزا بشیر الدین قادیانی گروہ پر برسرِ اقتدار رہے۔ اس سارے عرصہ میں قادیانیت نے اسلام کے دامن کو داغدار کرنے کی کوشش کے علاوہ اور کیا کیا۔ نفرت، بغض عداوت دھاندلی دھونس اقربا نوازی، خویش پروری، ذرائع مال و دولت کا ناجائز استعمال ہے اور اُس پر ایک خاندان کا قبضہ۔ اس کے علاوہ قادیانیت سے انگریزوں سے وفاداری، جہاد کی حرمت اور اتحادِ ملّی میں رخنہ ڈالنے کی مذموم کوشش کے علاوہ اور کیا اہلِ اسلام کو حاصل ہوا ہے حالانکہ اس تمام عہد میں ملّتِ اسلامیہ پر یورپ کے کافرانہ اور مشرکانہ تہذیب کا تسلط قائم رہا جس کی وجہ سے مسلمانوں کے لیے نئے سیاسی، تمدنی، معاشی و معاشرتی مسائل پیدا ہوئے تھے۔ جس کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک مضبوط شخصیت اور ایک طاقت ور تحریک کی ضرورت تھی جو مسلمانوں کے گلے سے انگریزوں کی غلامی کی جُوا اتار کر ایک آزاد فضا کے اندر مسلمانوں کو ان کے سیاسی، معاشی، تہذیبی اور معاشرتی مسائل پر سوچنے کے لیے قابل بناتی۔ مجلس احرار اسلام تاریخ پاک و ہند میں مسلمانوں کی وہ واحد نمائندہ جماعت ہے جو انہی مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے پاک و ہند کی سیاسی اور دینی تاریخ میں اپنا کردار بڑی ہمت اور شجاعت سے ساتھ ادا کر رہی ہے۔ (جاری ہے)